بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نقد و نظر

اسلامی تعلیم کے زیرِ نظر شمارے سے جناب ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم و مغفور کی معروف انگریزی کتاب آیڈیالوجی آف دی فیوچر "مستقبل کا نظریۂ حیات" کا اُردو ترجمہ شروع کیا جا رہا ہے۔ خداوند تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق دے۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم علمی دُنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ وہ ایک صاحبِ علم اور صاحبِ فضیلت انسان تھے لیکن اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر وہ قلب و نظر کے اعتبار سے ایک مومن صادق تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں "نب و تابِ جاودانہ" کی دولت سے بھی مالا مال کر رکھا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی عمرِ عزیز کا بیشتر حصہ اسلام کو باطل افکار و نظریات کی یورشوں سے بچانے اور اسلامی فکر کی برتری ثابت کرنے میں صرف کیا۔ یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ عہدِ حاضر میں جس مقدس کام کا آغاز علامہ اقبال مرحوم مغفور نے کیا تھا، اُسے ڈاکٹر رفیع الدین صاحب نے بڑی حکمت و دانائی اور سعیٔ پیہم کے ساتھ آگے بڑھایا۔ اس کام میں ان کا انہماک اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ہر دوسرے انہماک کو اس پر رشک آتا تھا۔ دنیائے اسلام میں باطل تصورات کے خلاف جن حضرات نے بھی گذشتہ صدی میں قلمی جہاد کیا ہے اُن میں ڈاکٹر صاحب مرحوم ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی قبر کو نور سے بھر دے۔

اِس کتاب کے پہلے باب میں فاضل مصنّف نے دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ حقیقتِ اُولیٰ مادہ نہیں بلکہ شعور ہے۔ مادہ کو کائنات کی علّتِ اُولیٰ قرار دینا فطرت کے اُس گمراہ کن تصور پر مبنی ہے جسے نیوٹن کے اس انکشاف نے جنم دیا تھا کہ مکان ایک خلائے مطلق ہے جس میں اشیاء واقع ہیں۔ لیکن اب خوش قسمتی سے خود سائنس نے مادہ کے اس سکون آفریں تصوّر کو مسترد کر دیا ہے اور جس کے نتیجے میں اب انسان یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوا ہے کہ خارجی اشیاء بجائے خود حوادث کا سبب نہیں ہو سکتیں اور نہ ہی وہ ہمارے احساس کو جنم دے سکتی ہیں۔ یہ ذہن ہی ہے جس کی بدولت عالمِ کون و مکاں میں ربط و ضبط

کا تصور کیا جا سکتا ہے ہم جس چیز کو فطرت کہتے ہیں اس کے بے ترتیب اور بے ربط طومار ہیں اس وقت ترتیب و تنظیم پیدا ہوتی ہے جب ذہن اپنے تصورات کے سانچے میں اُس کو ڈھالتا ہے۔

شیخ یوسف القرضاوی نے حال ہی میں ایک نہایت بلند پایہ علمی کتاب "الایمان والحیاۃ" کے نام سے لکھی ہے جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ ایمان انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر کیا اثرات مترتب کرتا ہے۔ زیرِ نظر شمارے میں جو مضمون شائع کیا جا رہا ہے وہ اس کے ابتدائی حصے کا ترجمہ اور تلخیص ہے۔ فاضل مضمون نگار نے سب سے پہلے ایمان کی تعریف اور خصوصیات بیان کی ہیں اور اس امر کی وضاحت کی ہے کہ ایمان انسان کے اندر ذہنی سہل پسندی پیدا نہیں کرتا بلکہ اس کے دل و دماغ کو اس انداز سے روشن کرتا ہے کہ اُن کے اندر تاریکیوں کو سمجھنے کی صلاحیت اور ان کے خلاف نبرد آزما ہونے کا جذبۂ صادق پیدا ہو۔ ایمان محض ایک اندازِ فکر کا نام نہیں بلکہ ایک ایسا قضیہ ہے جس کی تائید میں ادراک، جذبہ اور ارادہ تینوں چیزیں شامل ہوں۔ چنانچہ ایمان سے جہاں انسان کے قلب کو سکون اور ذہن کو جلا ملتی ہے وہاں اُس کے اندر عمل کی بھی بے پناہ قوت پیدا ہوتی ہے۔

چودھری مظفر حسین صاحب کا مضمون خودی اور آخرت اُن کے سلسلۂ مضامین کی تیسری کڑی ہے۔ اس میں انہوں نے علامہ اقبال مرحوم کے کلام سے اُخروی زندگی کے بارے میں اُن کے بنیادی تصورات کی مزید وضاحت کی ہے کہ جہاں تک آخرت کا تعلق ہے وہ زندگی کا ایک اساسی بُعد ہو (DIMENSION) ہے کیونکہ اس کی نفی کے بعد زندگی میں کارفرما مقصدیت کی کوئی توجیہ ممکن نہیں ہے۔ آخرت کے انکار سے انسانی زندگی کی اخلاقی غایت بھی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اسی لیے اسلامی نظامِ فکر میں ایمان بالآخرت پر اس قدر زور دیا گیا ہے۔ حیات بعد الموت میں شخصیت کے استحکام کا سارا دارومدار اُن اعمال پر ہے جو ایک فرد اس مقصد کے لیے سرانجام دیتا ہے۔ موصوف کے نزدیک انسان کا وجود عبارت ہے جسم، روح، شخصیت سے جس کی اجلِ مسمیٰ یہ ہے کہ وہ موت کی منزل سے گزر کر اپنے اپنے عمل کے مطابق سعادت یا شقاوت کی سزاوار ٹھہرے

فرائڈ کی اس دریافت سے کہ انسان کا ہر چھوٹا بڑا عمل اس کے لاشعور میں محفوظ رہتا ہے قرآن کے اس نظریے کی تصدیق ہوتی ہے کہ انسانی اعمال کی کوئی غرض و غایت بھی ہے۔ کیونکہ جزا و سزا کے بغیر ان کے جمع رکھنے کی کوئی وجہ بیان نہیں کی جا سکتی۔ فاضل مضمون نگار کے نزدیک تخلیقِ آدم کے وقت انسان کا جو نقشہ اللہ تعالیٰ کے حرفِ "کُن" کا مخاطب ہُوا وہی درحقیقت انسان کا مخفی نقشِ ہستی ہے جسے علامہ اقبال عینِ خودی

(خودی را عین خود بودن کمال است) کا نام دیتے ہیں۔ یہ نقش اپنی کامل ترین صورت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی صورت میں جلوہ گر ہوا اب جو خودی بھی اس نمونہ پر ڈھلے گی وہی خدا کو محبوب ہوگی اور قائم و باقی رہیگی ورنہ فنا ہو جائیگی علامہ اقبال نے رحمۃ للعالمینی کا جو فلسفہ بیان کیا ہے اس کی وضاحت ان خیالات کی روشنی میں بخوبی ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر ریاض محمد خاں نے اقبال کے تصوّرِ توحید سے بحث کی ہے علامہ مرحوم کے نزدیک عقیدۂ توحید صرف خدا کو ایک ماننے کا نام نہیں بلکہ کائنات اور حیاتِ روحانی کے سب سے زیادہ فعال عنصر کی حیثیت سے بیشمار ذہنی اور تمدنی مضمرات کا حامل ہے اگر اثباتِ توحید نہ ہو تو حیات اپنے مرکزی نقطے سے دُور رہتی ہے جس کے بغیر اس کا تحقق و کمال ممکن نہیں۔ توحید ہی ایک ایسا حیات آفریں اصول ہے جس کی بدولت قافلۂ انسانیت کو ترقی کی راہ نصیب ہوئی اور جسکی بنیادوں پر آزادی، مساوات اور اخوتِ انسانی کے اصولوں کو عملی جامہ پہننے کا موقع نصیب ہوا۔ توحید ڈاکٹر اقبالؒ کے قول کے مطابق فرد کو لاہوتی اور ملت کو جبروتی بناتی ہے۔ زندگی کا جمال و جلال اس عقیدۂ توحید سے وابستہ ہے پھر عقیدۂ توحید نفسِ انسانی میں بھی حیرت انگیز انقلاب پیدا کرتا ہے۔ اس عقیدۂ توحید کی بدولت غیب اُس کی نظر میں حاضر سے زیادہ یقینی حیثیت اختیار کر لیتا ہے اور وہ نفع عاجلانہ سے یکسر بے نیاز ہو کر خالص اخلاقی اور روحانی زندگی بسر کرنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ طرزِ فکر اس کے اندر اعلیٰ انسانی صفات کو جنم دیتا ہے اور وہ مادی دنیا کی ساری ترغیبات اور تحریصات کو پس پشت ڈالکر بندگیٔ رب کے تقاضوں کو پُورا کرنے کی کامیاب کوشش کرتا ہے۔

اس شمارے کا آخری مضمون ڈاکٹر برہان احمد فاروقی صاحب کا ہے۔ فاضل مقالہ نگار کی نظر میں قرآن مجید میں انبیائے سابقین اور اُممِ سابقہ کے جو واقعات بیان کیے گئے ہیں اُن کا مقصد اُن قصص سے یہ نتیجہ اخذ کرنا ہے کہ قوموں اور تہذیبوں کا عروج و زوال ایک قانون کے تحت عمل میں آتا ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی وضاحت فرمائی ہے کہ عروج کیا ہے اور زوال کیا ہے اور عروج و زوال کے تاریخی عمل میں کونسا قانون کارفرما ہے۔ اُن کے خیال میں مقصد سے قرب کسی قوم کا عروج اور مقصد سے بُعد و بیگانگی اُس کا زوال ہے اُن کے قول کے مطابق تاریخی قانون کا انسان کی سعادت و شقاوت کے قانون سے براہِ راست تعلق ہے۔ یہ کشمکش تاریخی سطح پر جتنی قوت کے ساتھ برقرار رہیگی اتنا ہی اخلاقی جد و جہد میں جوش، ولولہ اور استحکام پیدا ہوگا اور جب حق و باطل کے درمیان یہ تاریخی کشمکش مضمحل ہو جائے گی قوموں کا اخلاقی کردار زوال پذیر ہو جائیگا۔ حق و باطل کا تصادم نشوونما کے لیے ضروری اور سازگار شرط ہے۔ حق نفع بخش اور باطل مزعومہ مفاد کا نام ہے۔ حق کا غلبہ اور باطل کی شکست ناگزیر ہے۔

(ع۔ ح۔ ص)